REGD No. L. 5254 — 995

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

ربوہ

خطبہ نمبر ۱۳

۱۱ شعبان ۱۳۷۵ھ

فی پرچہ ۱ آنہ

جلد ۴۵/۱۰ — ۲۵ امان ۱۳۳۵ ہش — ۲۵ مارچ ۱۹۵۶ء — نمبر ۷۱

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۲۴ مارچ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج صبح صحت کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا:۔

"صحت اچھی ہے" الحمد للہ

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ کل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ اور ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا:۔

— اخبار احمدیہ —

لاہور ۲۴ مارچ۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے متعلق تازہ رپورٹ یہ ہے کہ طبیعت بحیثیت مجموعی بہتر ہو رہی ہے۔ لیکن کل رات کچھ بے چینی میں گزری۔ اور بخار بھی ایک سو زردیہ تک چل رہا ہے احباب دعائے صحت کریں۔

ربوہ ۲۴ مارچ۔ حضرت سیدہ ام عمر صاحبہ کو بخار سے آرام ہے۔ اور طبیعت بفضلہ تعالیٰ پہلے کی نسبت بہتر ہے احباب جماعت صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس اور مکرم مولوی رحمت علی صاحب آجکل میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ دونوں کو پہلے سے آرام تھا لیکن اب پھر چند روز سے طبیعت ناساز ہے احباب صحت کاملہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام عمل میں آگیا

میجر جنرل اسکندر مرزا نے پہلے صدر جمہوریہ کی حیثیت سے حلف اٹھا کر اپنے عہدے کا چارج لے لیا

ملک بھر میں خوشی اور مسرت کی لہر۔ فوجی پریڈوں جلوسوں میلوں اور چراغاں کے علاوہ پبلک جلسوں کا انعقاد

کراچی ۲۳ مارچ۔ آج صبح اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آگئی جبکہ میجر جنرل اسکندر مرزا نے پہلے صدر جمہوریہ کی حیثیت سے حلف اٹھا کر اپنے عہدے کا چارج سنبھالا۔ اس موقعہ پر ملک بھر میں پورے جوش وخروش کے ساتھ جشن منایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کی گئیں۔ کہ وہ تعمیر و ترقی کے اس نئے دور کو مبارک کرے۔ اور نئے دستور کے تحت اہل پاکستان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کو پورے طور پر نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یوم جمہوریہ کا آغاز توپوں کی سلامی سے ہوا۔ حلف اٹھانے کی رسم نہایت باوقار اور موثر طریق پر ادا کی گئی۔ پاکستان کے چیف جسٹس جناب محمد منیر صاحب نے صدر مملکت سے حلف لیا۔ اور بعد میں صدر نے مرکزی وزراء سے حلف لیا اسی دن صوبائی گورنروں نے صوبائی وزراء اعلیٰ اور دوسرے وزراء نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ حلف اٹھانے کے بعد صدر مملکت جناب میجر جنرل اسکندر مرزا پولو گراؤنڈ گئے۔ اور وہاں ایک عظیم الشان فوجی پریڈ کی سلامی لی۔ آپ نے اس موقعہ پر پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

پاکستان ایک جمہوری ملک ہے ہم نے نئے دستور کے تحت عہد کیا ہے کہ پاکستان میں اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہوگا۔ پاکستان کسی قسم کے جارحانہ عزائم نہیں رکھتا۔ ہمارا اولین مقصد ملک کی سالمیت اور اس کی سلامتی کا تحفظ ہے ہم کسی کی چپہ بھر زمین پر قبضہ کرنا نہیں چاہتے اور نہ اپنے ملک کی چپہ بھر زمین پر کسی کا قبضہ ہونے دیں گے۔ آپ نے کہا مسلح افواج کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہر وقت ہر قسم کے خطرات کا (باقی دیکھیں)

ربوہ میں یوم جمہوریہ کی تقریب بڑے اہتمام اور پورے جوش وخروش سے منائی گئی

پاکستان کے استحکام اور اس کی ترقی و خوشحالی کے لئے اجتماعی دعائیں

ربوہ ۲۳ مارچ۔ ربوہ میں یوم جمہوریہ کی تقریب بڑے اہتمام اور پورے جوش وخروش سے منائی گئی۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر پر پاکستانی پرچم لہرائے گئے۔ متعدد کھیلوں۔ ضیافتوں اور جلسہ عام کے انعقاد کے علاوہ پاکستان کے استحکام اس کی ترقی و خوشحالی کے لئے اجتماعی دعائیں کی گئیں۔ نیز رات کو عمارتوں محلہ جات اور دکانوں پر چراغاں کیا گیا۔ غرباء کو کھانا کھلانے کے علاوہ بچوں میں وسیع پیمانہ پر مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اہل ربوہ نے ان تقریبات میں دلی مسرت کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور تمام شہر میں رات گئے تک خوب چہل پہل اور رونق رہی۔ (مفصل آئندہ)

مبلغ سنگاپور مکرم قریشی فیروز محی الدین صاحب کی مراجعت

مکرم قریشی فیروز محی الدین صاحب سنگاپور میں تین سال تک فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۶ء بروز بدھ لاہور سے ہوتے ہوئے ربوہ واپس تشریف لے آئے ہیں۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کی تشویشناک علالت

— از محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب —

جیسا کہ احباب کو اخبار الفضل کے ذریعہ معلوم ہو چکا ہے۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو ۷ مارچ کو نمونیہ کا سخت حملہ ہوا۔ اسی وقت ڈاکٹروں کو بلا کر علاج شروع کیا گیا۔ اور دو روز بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیماری میں قدرے تخفیف محسوس ہوئی۔ مگر پھر بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ آج ہی حضرت بیگم صاحبہ کا خط موصول ہوا ہے۔ جس میں وہ لکھتی ہیں۔ کہ کل بروز جمعرات جب نواب صاحب کے سینہ کا ایکسرے لیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں طرف پلوریسی (Pleurisy) پیدا ہو گئی ہے۔ دل بڑھ گیا ہے۔ اور پیشاب کے نتیجہ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ گردوں پر بھی اثر ہے۔ اور حالت بہت قابل فکر ہے۔ حضرت بیگم صاحبہ نے لکھا ہے۔ کہ احباب جماعت اور خصوصاً صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محترم نواب صاحب کی کامل شفایابی کے لئے دردِ دل سے دعائیں کریں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ابھی حضرت بیگم صاحبہ کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی کہ اچانک محترم نواب صاحب تشویشناک طور پر بیمار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل فرمائے۔

(خاکسار ڈاکٹر مرزا منور احمد ربوہ)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کر کے دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا

ایڈیٹر۔ روشن دین تنویر بی۔ اے، ایل ایل۔ بی

خطبہ جمعہ ۱۳۷

دین کیلئے زندگی وقف کرنے کی تحریک کو جماعت میں کس طرح کامیاب بنایا جائے

بعض دوستوں کی اہم تجاویز

(۱) والدین خصوصاً عورتیں بچپن ہی سے اولاد کی صحیح تربیت کریں (۲) جماعت میں واقفین کا اعزاز قائم ہونا چاہیئے

(۳) واقفین کو انتظامی قابلیت پیدا کرنے کے علاوہ کوئی نہ کوئی فن بھی سیکھنا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۹ مارچ ۱۹۵۶ء بمقام ربوہ

یہ خطبہ صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اسے ملاحظہ نہیں فرما سکے۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

وقف زندگی کے متعلق جو خطبات میں نے پڑھے ہیں وہ اخبار میں شائع ہوئے ہیں۔ ان پر باہر کے لوگوں کو بھی غور کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ چنانچہ متعدد دوستوں کی طرف سے مجھے خطوط آئے ہیں جن میں انہوں نے بعض تجاویز لکھی ہیں۔ ان تجاویز میں سے بعض تو معقول ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں جن کا ذکر میرے گزشتہ خطبات میں بھی آچکا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں جو اظہار جوش اور فکر پر تو دلالت کرتی ہیں۔ لیکن وہ قابل عمل نہیں ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں جو درست ہی نہیں۔ بہرحال ان خطوط میں سے میں نے بعض امور نوٹ کئے ہیں۔ تاکہ دوستوں کے سامنے ان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔ اب میں اختصاراً اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

ایک دوست نے لکھا ہے

کہ بچوں کو بچپن سے ہی اس امر کی طرف توجہ دلانی چاہیئے۔ کہ انہوں نے بڑے ہو کر دین کی خدمت کرنی ہے۔ اور اس غرض کے لئے ماں باپ کا فرض ہے۔ کہ وہ بچپن سے ہی بچوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے رہیں۔ کہ بڑے ہو کر انہوں نے دین کا خادم بننا ہے۔ میرے نزدیک ان کی یہ بات بالکل درست ہے۔ اور اس پر دوستوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

اس نوجوان نے اپنا تجربہ لکھا ہے

کہ میں چھوٹا تھا تو میرے ماں باپ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس انتظار میں ہیں کہ تو پڑھ لکھ کر بڑا افسر بنے۔ میرے کان میں متواتر یہ بات پڑتی رہی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں بڑا ہوا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اور میں ملازمت کے لئے کراچی پہنچ گیا۔ اب دین کی خدمت کا خیال آتا ہے تو ساتھ ہی افسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ خیال اُس وقت کیوں نہ آیا۔ جب میں دین کی خدمت کے لئے مفید وجود ہو سکتا تھا۔ مگر یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا۔ کہ میرے والدین نے بچپن سے ہی میرے کانوں میں یہ بات ڈالی تھی۔ کہ میں نے بڑے ہو کر افسر بننا ہے۔ انہوں نے یہ بات میرے کانوں میں نہ ڈالی۔ کہ میں نے بڑے ہو کر دین کی خدمت کرنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماں باپ کی تعلیم بڑے بھاری نتائج پیدا کرتی ہے۔

مثل مشہور ہے

کہ کوئی چور تھا۔ وہ چوری کے لئے کسی گھر میں گیا۔ اتفاقاً گھر والے جاگ رہے تھے۔ انہوں نے اس چور کو گھیر لیا۔ چور کو ڈر پیدا ہوا۔ کہ اگر میں پکڑا گیا۔ تو مجھے جیل خانہ میں بھیج دیا جائیگا اور عدالت سے مجھے سزا ملے گی۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ محفوظ نکل جانے کی کوئی صورت پیدا کروں۔ چنانچہ اس نے گھر والوں سے لڑائی شروع کر دی۔ جس میں ایک آدمی مارا گیا۔ آخر وہ پکڑ لیا گیا۔ اور عدالت سے اسے پھانسی کی سزا ملی۔ عام طور پر مشہور ہے۔ معلوم نہیں ایسا ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ کہ

جیل خانہ کا یہ قاعدہ ہے

یا کسی زمانہ میں قاعدہ ہوا کرتا تھا کہ جب کسی کی پھانسی کا وقت قریب آئے۔ تو جیل کے ملازم اس سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی خواہش ہو۔ تو وہ بیان کر دے۔ اگر وہ خواہش قانون کے لحاظ سے جائز ہوتی۔ تو وہ اسے پورا کر دیتے۔ اسی دستور کے ماتحت اس چور سے بھی دریافت کیا گیا۔ کہ اس کی کوئی خواہش ہو تو بیان کر دے۔ اس نے کہا میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ جیل خانہ والوں نے اس کی ماں کو بلایا۔ اور اس کی

ملاقات کا انتظام کر دیا

اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو علیحدگی میں ملنا ہے۔ چنانچہ پردہ ڈال دیا گیا۔ تا وہ اپنی ماں سے علیحدگی میں بات کرے۔ جب اس کی ماں اس سے علیحدگی میں ملنے کے لئے گئی۔ تو اس نے کہا میں تمہارے کان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنا کان اس کی طرف کر دیا۔ اس کا اس طرف کان جھکانا تھا کہ یکدم وہ چیخنے لگ گئی۔ اور اس نے کہنا شروع کر دیا ہائے میں مر گئی۔ ہائے میں مر گئی۔ پولیس نے آواز سنی۔ تو وہ دوڑ کر اندر آئی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ اس نے اپنی ماں کا کان دانتوں سے کاٹ لیا ہے۔ اور اس کا تمام جسم اور کپڑے خون سے لت پت ہیں۔

یہ نظارہ دیکھ کر

پولیس کے آدمیوں نے اسے ملامت کی۔ اور کہا۔ کہ تجھ سے بڑا ظالم اور کون ہوگا کہ تو نے موت کے وقت اپنی والدہ سے اتنی ظالمانہ حرکت کی۔ پھر اگر پھانسی سے بڑھ کر کوئی اور سزا ہوتی۔ تو تم اس کے قابل تھے۔ اس پر اس نے کہا تمہیں کیا پتہ پھانسی کی سزا دراصل مجھے میری والدہ نے ہی دلائی ہے۔ بچپن میں مجھے عادت تھی کہ میں سکول جاتا تو کسی لڑکے کی پنسل یا دوات چرا لاتا۔ اور گھر آکر والدہ کو دے دیتا۔ جب پنسل اور دوات کے مالک گھر آتے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ مجھے ڈانٹتی۔ الٹا آنے والوں سے لڑنا شروع کر دیتی۔ اور کہتی کہ میرا بچہ چور نہیں حالانکہ اسے علم ہوتا تھا کہ میں وہ چیزیں چرا کر لایا ہوں۔ اس پر میں دلیر ہو گیا۔ اور بڑی بڑی چوریاں شروع کر دیں۔ لیکن میری والدہ ان پر بھی پردہ ڈالتی رہی۔ پھر میں نے

چوروں کی صحبت

اختیار کی۔ اور گھروں کو لوٹنا شروع کیا۔ لیکن اس وقت بھی میری والدہ کو خیال نہ آیا۔ کہ وہ مجھے منع کرے۔ وہ ہر دفعہ میرے قصور کو چھپانے کی کوشش کرتی۔ اور اگر کوئی شخص آکر پوچھتا تو اس سے لڑتی۔ اور کہتی کہ میرا لڑکا چور نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک چوری کے دوران میں لڑائی ہو گئی۔ اور مجھ سے ایک شخص قتل ہو گیا۔ جس کی پاداش میں آج مجھے پھانسی پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اگر میری والدہ شروع میں ہی مجھے چوری سے باز رکھتی۔ اور میری چوریوں پر پردہ نہ ڈالتی تو مجھے بڑی چوریوں کے لئے دلیری نہ ہوتی۔ اور مجھے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ پس حقیقت یہی ہے۔ کہ ماں باپ کی تربیت بچوں پر بڑا گہرا اثر ڈالتی ہے۔ جن بچوں کے والدین بچپن سے ہی ان کے کانوں میں یہ بات ڈالتے رہتے ہیں کہ انہوں نے بڑے ہو کر دین کی خدمت کرنی ہے وہ دینی ماحول سے الگ ہو کر بھی اس بات کو بھلاتے نہیں بلکہ اسے ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔

چند دن ہوئے شیخوپورہ کے ایک افسر نے جنہوں نے بی۔ ایس۔ سی کا کورس مکمل کیا ہوا ہے مجھے خط لکھا کہ میں دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھا ہم غور کریں گے کہ آپکی خدمات سے سلسلہ کس رنگ میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ کا کس خاندان سے تعلق ہے۔ انہوں نے کہا آپنے میاں عبدالخالق صاحب جالندھر والوں کا نام سنا ہوگا میں نے کہا میں خوب جانتا ہوں وہ جالندھر کے مشہور پیر تھے اور انکی ایک بیوی قادیان آیا کرتی تھی۔

انہوں نے کہا۔ وہ میری والدہ ہی تھیں۔ میرے نانا تو احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ لیکن میری والدہ نے آخری عمر میں احمدیت قبول کر لی تھی۔ اور فوت ہونے کے بعد وہ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئی ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا مجھے

زندگی وقف کرنے کی تحریک

اس لئے ہوئی ہے۔ کہ جب میں پیدا ہوا تھا۔ اسی وقت سے میری والدہ نے میرے کانوں میں یہ بات ڈالنی شروع کی تھی۔ کہ میں نے تمہاری زندگی خدمت دین کے لئے وقف کرنی ہے۔ میں چار پانچ سال کا ہی تھا۔ کہ وہ فوت ہو گئیں۔ لیکن ان کی وہ بات میرے دل میں ایسی گڑی ہے۔ کہ اب جبکہ میں بڑا ہو گیا ہوں۔ میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی ہے۔ اور بی سی جی کا ڈپلومہ بھی حاصل کر لیا ہے۔ میرے دل میں ہمیشہ یہ خلش رہتی ہے۔ کہ میری والدہ نے تو یہ خواہش کی تھی۔ کہ میں دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کروں۔ لیکن میں دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ میں نے اس بات کا ذکر اپنے والد سے بھی کیا تھا۔ انہوں نے بھی کہا تھا۔ کہ جب تمہاری والدہ کی یہ خواہش تھی۔ کہ تم دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرو۔ تو

تم زندگی وقف کر دو

اب دیکھو ماں فوت ہو گئی۔ اس کا بیٹا دوسرے ماحول میں چلا گیا۔ اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بی سی جی کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ اور اب اسے ایک اچھی ملازمت ملی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے دل میں یہ جلن رہتی ہے۔ کہ میری ماں کہتی تھی۔ کہ میں نے تمہیں دین کی خدمت کے لئے وقف کرنا ہے۔ لیکن میں دنیا کمانے میں لگا ہوا ہوں۔ پس

ماں باپ کی باتیں

بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔ اور ان کی عدم توجہی کے نتیجہ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن توجہ بھی اسی وقت اثر کرتی ہے۔ جب ماں باپ کو کسی عارضی جوش کے نتیجہ میں دین کی خدمت کا احساس نہ ہوا ہو۔ بلکہ مستقل طور پر یہ فرض انہیں بے چین رکھتا ہو۔ اور وہ ہمیشہ اپنی اولاد کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہوں۔ ورنہ جو ماں باپ صرف وقتی جوش کے نتیجہ میں اس طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہ بعد میں نہ صرف اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ ان کی اولاد میں بھی دین کی خدمت کا احساس نہیں رہتا۔ میں نے عموماً دیکھا ہے۔ کہ جب کسی کا چھوٹا بچہ شدید بیمار ہو جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ اے اللہ تو اسے شفا دیدے۔ اگر تو اپنے فضل سے اسے شفا دیدیگا۔ تو میں اسے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا۔ مگر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے۔ تو انہیں یاد ہی نہیں رہتا۔ کہ انہوں نے

خدا تعالیٰ سے کیا عہد کیا تھا

اور وہ اسے دنیا کے کاموں پر لگا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض والدین مجھے ملتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ہمارے سب بچے دین کے لئے وقف ہیں۔ مگر جب وہ بچے جوان ہو جاتے ہیں۔ تو انہیں دنیوی کاموں پر لگا دیتے ہیں۔ میں شمار کرنے لگوں۔ تو باوجود اس کے کہ بیماری کی وجہ سے میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔ اب بھی میں بیس پچیس آدمیوں کا نام لے سکتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کیا تھا۔ لیکن اب وہ سب کے سب دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور انہیں یاد ہی نہیں آتا۔ کہ کسی وقت انہوں نے اپنے سب بچوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کیا تھا۔ پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو کہتے ہیں حضور ہمارے دو بچے ہیں۔ اور وہ دونوں وقف ہیں۔ لیکن جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دین کی خدمت کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کا خط آ جاتا ہے۔ کہ ہم نے اپنے دو بچوں کو وقف کیا تھا۔ لیکن ان میں سے جو کچھ ہوشیار ہے۔ وہ تو ہماری بات ہی نہیں مانتا اور جو ہوشیار نہیں وہ ہماری بات تو مانتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی صحت کمزور ہے۔ اس لئے اس کی زندگی وقف کرنے کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں۔ پھر سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ نہ ان کا ہوشیار لڑکا دین کی خدمت کے لئے آگے آتا ہے۔ اور نہ کمزور کو دین کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ ان کا یہ طریق عمل ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے

لطیفہ مشہور ہے

کہ کوئی پٹھان تھا۔ وہ ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ کھجور کا درخت ستر اسی فٹ اونچا ہوتا ہے۔ اور پھر اس کی کوئی شاخ بھی نہیں ہوتی۔ کہ اس کا سہارا لے کر اس پر چڑھا جا سکے۔ یا اس سے اترا جا سکے۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس پر چڑھ تو گیا۔ لیکن جب اس نے نیچے دیکھا۔ تو ڈر گیا۔ اور اس نے سمجھا کہ اگر میں گر گیا۔ تو میری ہڈی پسلی ٹوٹ جائیگی۔ اس پر کہنے لگا۔ کہ اے خدا اگر تو مجھے بحفاظت نیچے اترنے کی توفیق دیدے۔ تو میں ایک اونٹ کی قربانی کروں گا۔ اور یہ کہہ کر اس نے نیچے اترنا شروع کیا۔ جب وہ ایک تہائی کے قریب نیچے اتر آیا۔ تو اتفاقاً وہاں کوئی چھوٹی سی شاخ تھی۔ اس پر سہارا لے کر پھر اس نے نیچے کی طرف دیکھا۔ تو زمین اب قریب تھی۔ اور اسے پہلے کی طرح بھیانک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس کا ڈر کچھ کم ہوا۔ تو کہنے لگا۔ اتنے فاصلہ کے لئے

اونٹ کی قربانی

تو بہت زیادہ ہے۔ اگر میں نیچے چلا گیا۔ تو بطور شکرانہ ایک گائے ضرور قربان کروں گا۔ اور پھر اترنا شروع کیا۔ جب وہ ایک تہائی فاصلہ اور نیچے آ گیا۔ تو اس نے زمین کی طرف دیکھا۔ اب زمین اسے پہلے سے بھی زیادہ قریب دکھائی دی۔ اور اس نے خیال کیا۔ کہ گائے کی قربانی تو بہت زیادہ ہے۔ اگر میں نیچے پہنچ جاؤں۔ تو ایک بکری کی قربانی تو ضرور کروں گا۔ اور پھر اترنا شروع کیا۔ جب وہ زمین سے صرف تین چار گز کے فاصلہ پر آ گیا۔ تو کہنے لگا۔ اتنے فاصلہ کے لئے ایک بکری کی قربانی بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر نیچے پہنچ گیا۔ تو ایک مرغی کی قربانی ضرور کروں گا۔ جب وہ ایک دو گز اور نیچے آ گیا۔ تو اسے مرغی کی قربانی بھی بڑی معلوم ہوئی۔ اور کہنے لگا۔ مرغی نہ سہی ایک انڈا تو خدا تعالیٰ کی راہ میں دے ہی دوں گا۔ جب وہ زمین پر پہنچ گیا۔ تو اس نے اپنی شلوار میں سے ایک جوں نکالی۔ اور اسے مار کر کہنے لگا۔ جان کے بدلے جان۔ چلو قربانی ہو گئی۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے

جو اپنے بچوں کو چھوٹی عمر میں تو وقف کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی ہوشیار ہو۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ یہ تو ہماری بات نہیں مانتا۔ دوسرے بچہ کو وقف کر دیں گے۔ لیکن پھر دوسرے کے متعلق خط آ جاتا ہے۔ کہ اس کی صحت کمزور ہے۔ اس کے وقف کا کوئی فائدہ نہیں۔ کئی لوگ ایسے ہیں۔ جن کے چھ چھ بچے تھے۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ یہ چھ کے چھ بچے دین کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ لیکن اب وہ چھ کے چھ دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ پس اس دوست کی یہ بات بالکل درست ہے۔ کہ والدین کو چاہیئے۔ کہ وہ بچپن سے ہی اپنے بچوں کے دلوں میں یہ بات ڈالنا شروع کر دیں۔ کہ بڑے ہو کر انہوں نے دین کی خدمت کرنی ہے۔

اس نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اس کام میں

عورتیں بہت مدد دے سکتی ہیں

اس وقت مسجد میں عورتیں بھی بیٹھی ہیں۔ میں انہیں بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں۔ اور بچپن سے ہی بچوں کے کانوں میں یہ ڈالنا شروع کر دیں۔ کہ بڑے ہو کر انہوں نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بڑے ہو کر انہیں دین کی خدمت کا احساس رہے گا۔

کچھ عرصہ ہوا۔ کالج کی ایک سٹوڈنٹ ہمارے گھر آئی۔ اور اس نے مجھے ایک رقعہ دیا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ میں دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا بی بی لڑکیاں زندگی وقف نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ واقف زندگی کو تبلیغ کے لئے گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ اسے ملک سے بھی باہر جانا پڑتا ہے۔ اور لڑکیاں اکیلی باہر نہیں جا سکتیں۔ ہاں اگر تم زندگی وقف کرنا چاہتی ہو۔ تو کسی واقف زندگی نوجوان سے شادی کر لو۔ وہ خاموش ہو کر چلی گئی۔ میری بیوی کی ایک ہم جماعت کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو وہ کہنے لگی۔ میں نے اس سے پہلے کی نیت کی ہوئی تھی۔ کہ میں اپنی زندگی دین کے لئے وقف کروں گی۔ لیکن اس نے پہل کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کئے۔ کہ اس کی شادی ایک

غیر ملکی واقف زندگی

نوجوان سے ہو گئی۔ اب دیکھو نیک نیتی کیسے اچھے پھل لاتی ہے۔ پھر ایک دن ایک اور لڑکی روتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اور اس نے کہا کہ میں کسی واقف زندگی نوجوان سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن میرے والد اس میں روک بنتے ہیں۔ اور وہ میری شادی واقفِ زندگی سے نہیں کرنا چاہتے۔ میں حیران ہوا۔ کہ اس کے اندر کس قسم کا اخلاص پایا جاتا ہے۔ میں نے مولوی ابوالعطاء صاحب کو کہا۔ کہ وہ اس کے والد کو سمجھائیں۔ آخر چند دنوں کے بعد وہ پھر آئی۔ اور اس نے کہا۔ کہ میرا والد ایک واقف زندگی سے میری شادی کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد وہ پھر ایک دن روتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ میرا باپ کہتا ہے۔ کہ اگر تو اپنے خاوند کے ساتھ

ملک سے باہر

گئی۔ تو میں تمہاری شکل تک نہیں دیکھوں گا۔ میں نے کہا میں بیمار ہوں۔ تمہارے رونے کی وجہ سے میرا دل گھبراتا ہے۔ اس لئے تم خود ہی کچھ کرو۔ اور اپنے والد کو کسی نہ کسی طرح راضی کر لو۔ بعد میں میں نے پھر مولوی ابوالعطاء صاحب سے کہا۔ اور انہوں نے کوشش کر کے سمجھوتہ کرا دیا۔ اب دیکھو

وقفِ زندگی

ایک جہاد ہے۔ اور جہاد کا عورتوں کو

براہِ راست حکم نہیں۔ واقفِ زندگی نوجوانوں کو غیر ممالک میں جانا پڑتا ہے۔ اور لڑکیاں اکیلی باہر نہیں جا سکتیں۔ اس لئے اس قسم کی قربانی کا انہیں براہِ راست حکم نہیں۔ لیکن جب لڑکیوں میں دین کی خدمت کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ان کی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ ماں باپ بچپن سے ہی اپنی اولاد کے کانوں میں یہ بات ڈالنی شروع کر دیں۔ کہ انہوں نے بڑے ہو کر دین کی خدمت کرنی ہے اور پھر اگر اپنے بچوں کو وقف کرنے کا عہد کریں۔ تو ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جو شروع شروع میں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سب بچے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دئے ہیں۔ لیکن جب عملی طور پر وقف کا سوال پیدا ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کبھی انہوں نے وقف کا نام ہی نہیں لیا تھا۔

پھر

ایک دوست نے لکھا ہے

کہ جماعت کے احباب کو توجہ دلائی جائے۔ کہ وہ واقفین زندگی کی قدر کیا کریں اور یہ سمجھیں کہ دین کا خادم ہونا نہایت اعلیٰ اور قابل قدر مقام ہے اور اس کی جتنی بھی عزت کی جائے کم ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک نہایت ضروری امر ہے اور جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس غرض کے لئے جماعت میں یہ طریق جاری کیا گیا ہے کہ جو واقف زندگی تبلیغ کے لئے باہر جاتا ہے یا ایک وقت تک کام کرنے کے بعد واپس آتا ہے اسے الوداع یا خوش آمدید کہنے کے لئے کثرت سے لوگ سٹیشن پر جاتے ہیں اور اس کا اعزاز کرتے ہیں۔ لیکن اس طرف بھی پوری توجہ نہیں میرے نزدیک

واقفین زندگی کے اعزاز کو بڑھانے کیلئے

ضروری ہے کہ جب وہ باہر جائیں تو ہزاروں کی تعداد میں جماعت کے دوست انہیں الوداع کہنے جائیں اور جب وہ واپس آئیں تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ انہیں خوش آمدید کہنے جائیں۔ ایک طرف مردوں کا ہجوم ہو اور دوسری طرف عورتیں گروہ در گروہ کھڑی ہوں تاکہ دوسروں کو بھی خیال آئے کہ کاش ان کے بچے بھی تبلیغ کے لئے باہر جاتے اور وہ بھی اس قسم کی خوشی کا دن دیکھتے اسی طرح دوسری جماعتوں کو بھی اس کام میں حصہ لینا چاہیئے مثلاً لاہور، شیخوپورہ، لائلپور یا کسی دوسرے سٹیشن پر گاڑی پہنچے تو وہاں کی جماعتیں الوداع یا خوش آمدید کہنے کے لئے بڑی بھاری تعداد میں اسٹیشن پر پہنچا کریں۔ بلکہ جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنے غیر احمدی دوستوں کو بھی ساتھ لایا کریں۔ کیونکہ اس طرح بھی انہیں تبلیغ ہو جاتی ہے

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر جماعت واقفین کی قدر نہیں کرتی تو اس میں ایک حد تک نقص واقفین زندگی کا بھی ہے

انہیں یاد رکھنا چاہیئے

کہ سارے کام صرف مسائل دینیہ سیکھ لینے سے ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ انہیں اپنے اندر کچھ نہ کچھ انتظامی قابلیت بھی پیدا کرنی چاہیئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ جب آپ کسی صحابیؓ کو کسی کام کے لئے مقرر فرماتے تھے۔ تو آپ اس کی انتظامی قابلیت کو بھی دیکھتے تھے۔ آپ کے پاس بڑے بڑے عالم صحابہؓ بھی ہوتے۔ لیکن آپ اس عہدہ پر اسی شخص کو مقرر فرماتے۔ جو چاہے علمی قابلیت کے لحاظ سے دوسروں سے کم ہی ہو۔ لیکن اس میں انتظامی قابلیت پائی جاتی ہو۔ ہمارے مبلغین کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے اندر انتظامی قابلیت پیدا کریں تا انہیں ضرورت کے وقت ان کاموں پر بھی لگایا جا سکے۔ سلسلہ کو صرف مبلغین کی ہی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کی بھی ضرورت ہے۔ جو انتظامی کام سنبھال سکیں۔ مثلاً اس وقت نو کے قریب ناظر ہیں نو کے قریب وکیل ہیں اور اٹھارہ کے قریب نائب ناظر اور نائب وکیل ہیں۔ چھتیس تو یہی بن گئے۔ اگر انتظامی قابلیت رکھنے والے لوگ نہیں میسر آئیں۔ تو اس تعداد کو کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر واقفین علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ اپنے اندر انتظامی قابلیت بھی پیدا کریں۔ غیر ملکی زبانیں سیکھیں ان میں مختلف مضامین پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کریں اور اچھی اور مفید باتوں کو اخذ کرنے کی کوشش کریں تو مرکز کے انتظامی عہدوں پر بھی انہیں لگایا جا سکتا ہے

عیسائیوں کو دیکھ لو

ان میں اکثر انتظامی عہدے پادریوں کے ہی سپرد ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی تعلیم کا معیار بھی وہی ہوتا ہے۔ جو انتظامی محکموں میں کام کرنے والے عہدیداروں کا ہوتا ہے۔ یورپ کی تاریخ پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ پرانی حکومتوں میں وزیر اعظم وزیر جنگ اور وزیر خزانہ کے عہدوں پر پادری ہی مقرر کئے جاتے تھے۔ جب فرانس کی طاقت پورے جوبن پر تھی۔ اس کا وزیر خزانہ ایک پادری تھا۔ جب بھی مالی لحاظ سے بادشاہ کو کوئی دقت پیش آتی وزیر خزانہ اسے دور کرتا تھا۔ اور مشکلات کو دور کرنے کی وہ کوئی نہ کوئی صورت نکال لیتا تھا۔ اسی طرح اور بھی کئی بادشاہ گذرے ہیں جن کی حکومتوں کے نظم ونسق میں پادریوں کو خاص دخل حاصل تھا۔ جب انتظامی محکموں کے افسر فیل ہو جاتے تھے۔ تو پادری حکومت کو قائم رکھنے میں مدد دیتے تھے۔

پس اگر واقفین اپنے اندر

انتظامی قابلیت پیدا کر لیں

تو اس کی وجہ سے جماعت میں ان کا اعزاز خود بخود بڑھ جائے گا۔ انگلستان کے عیسائی اگرچہ پروٹسٹنٹ ہیں کیتھولک نہیں۔ لیکن پھر بھی وہاں پادریوں کے اثر کی یہ کیفیت ہے کہ ایڈورڈ ہشتم نے جب ایک مطلقہ عورت سے شادی کا ارادہ کیا۔ تو گو وہ عورت پہلے بھی شاہی دعوتوں میں شریک ہوا کرتی تھی۔ اور سب کو اس کا علم تھا لیکن پادریوں نے اس پر اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ یہ بات چرچ کے دستور کے خلاف ہے۔ ان پادریوں کا اتنا اثر تھا۔ کہ باوجود اسکے کہ مسٹر چرچل بادشاہ کی تائید میں تھے۔ تمام وزراء نے یہ نوٹس دیدیا کہ اگر بادشاہ نے اس عورت سے شادی کی۔ تو ہم استعفیٰ دیدیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ تخت کو چھوڑ دے۔ حالانکہ وہ اپنی رعایا کو انتہائی محبوب تھا۔

پس ہمارے

مبلغین کو بھی چاہیئے

کہ وہ اپنے اندر انتظامی قابلیت پیدا کریں تاکہ انہیں مرکزی عہدوں پر لگایا جا سکے۔ اگر ان میں قابلیت پیدا ہو جائے۔ تو جب انہیں ناظر یا نائب ناظر کے عہدہ پر مقرر کیا جائے گا۔ تو وہ بڑے بڑے وزراء کو بھی بے دھڑک مل سکیں گے۔ اسی طرح انہیں اخبارات کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے۔ لیکن دوسروں کے خریدے ہوئے اخبارات نہ ہوں بلکہ قربانی کر کے خود اخبارات خریدا کریں اور ان کا مطالعہ کیا کریں۔ یہ نہیں کہ دفتر گئے اور وہاں اخبار پڑی دیکھی تو اسکو پڑھنا شروع کر دیا۔ انہیں چاہیئے کہ خواہ کتنا ہی تنگ گذارہ کیوں نہ کرنا پڑے۔ اخبار خود خرید کر پڑھیں میں اپنے بچپن کے زمانہ میں بھی اخبار خود خریدا کرتا تھا۔ حالانکہ اس وقت مجھے صرف تین روپیہ ماہوار جیب خرچ ملا کرتا تھا۔ مجھے انگریزی زبان سے دلچسپی بھی انہی اخبارات کے مطالعہ کی وجہ سے ہوئی۔ میں اپنا سارا جیب خرچ اخبارات خریدنے میں لگا دیتا تھا۔ کیونکہ مجھے اپنے معلومات کو وسیع کرنے کا شوق تھا۔ ان دنوں سکول میں اخبارات آتے تھے۔ اور میرے لئے ممکن تھا کہ میں وہاں جا کر ان کا مطالعہ کر سکوں۔ لیکن میری غیرت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ کہ میں دوسری جگہ سے اخبارات لے کر پڑھوں۔ پس واقفین کو چاہیئے کہ وہ

خود اخبارات خریدیں

اور ان کا مطالعہ کریں۔ تاکہ ان کی معلومات وسیع ہوں۔ انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ اخراجات کہاں سے لائیں گے۔ انہیں معمولی گذارہ ملتا ہے بلکہ انہیں کسی نہ کسی طرح اخبارات کے لئے اخراجات مہیا کرنے چاہئیں۔ مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑے دھوبی سے دھلوائیں۔ بلکہ خود دھو لیں اور جو رقم بچے اس سے کوئی اخبار خرید لیں اسی طرح انہیں انتظامی کاموں کی اہلیت پیدا کرنی چاہیئے تاکہ جب انہیں ایسے عہدوں پر مقرر کیا جائے۔ وہ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں۔ درد صاحبؓ کو دیکھ لو۔ جب وہ مرکز میں خدمت کے لئے آئے تو ان کی عمر ۱۸۔۱۹ سال کی تھی۔ مگر اس وقت بھی وہ سلسلہ کے کاموں کے لئے بڑے بڑے سرکاری افسروں حتی کہ وزراء کو بھی بے دھڑک مل لیتے تھے۔ اور اب بعض لوگ ایسے ہیں جو ۴۵۔۵۰ سال کے ہیں۔ اور درد صاحبؓ سے تعلیم میں بھی زیادہ ہیں۔ لیکن انہیں کسی افسر سے ملنے کے لئے بھیجا جائے۔ تو اول تو وہ افسر کی ملاقات سے پہلے ہی کانپنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر اوٹ پٹانگ باتیں کر کے آ جاتے ہیں۔ حالانکہ احراری علماء نے بھی

اس قسم کی قابلیت

اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔ کہ خواجہ ناظم الدین صاحب ان سے ملا کرتے تھے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے واقفین اپنے اندر قابلیت پیدا نہ کریں اگر واقفین اپنے اندر یہ قابلیت پیدا کر لیں۔ تو جماعت کے دوست خود بخود ان کا اعزاز کرنے لگ جائیں گے۔ پس اگر واقفین چاہتے ہیں کہ ان کا جماعت میں اعزاز ہو تو انہیں بھی اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے۔ انہیں موجودہ سیاست اور تنظیم سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے پچھلے سال جو مجھے بیماری کا حملہ ہوا وہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ میں نے بجٹ کی تیاری کے سلسلہ میں بہت زیادہ محنت کی تھی اس دفعہ پھر تحریک جدید کے وکیل اعلیٰ میرے پاس آئے اور کہا کہ بجٹ کی تیاری کے سلسلہ میں جو مشکلات ہیں ان کے دور کرنے میں ہماری راہنمائی فرمائیں حالانکہ وہ خود مالیات کے ماہر ہیں۔ اور گورنمنٹ کے سیکرٹری رہے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ میں بیماری کی وجہ سے مجبور ہوں۔ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ آپ قریشی عبدالرشید صاحب کو ساتھ لے لیں اور بجٹ پر غور کر کے ان مشکلات کا حل تلاش کر لیں۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور قریشی عبدالرشید صاحب سے ملکر انہوں نے بجٹ پر غور کیا اور آخر تمام مشکلات حل ہو گئیں۔ اسی طرح صدر انجمن احمدیہ میں اختر صاحب نے جنہیں سرکاری ملازمت کا تجربہ تھا۔ انہوں نے چند نوجوانوں سے ملکر عملہ میں کاٹ چھانٹ شروع کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے اخراجات کم ہو گئے۔ پس اگر نوجوان اپنے اندر انتظامی قابلیت پیدا کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا جماعت میں اعزاز نہ ہو اور انہیں مرکز میں اہم عہدوں پر نہ لگایا جائے اسکے علاوہ خود واقفین کو بھی اپنے وقار اور عزت نفس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ مجھے ایک دوست نے بتایا۔ کہ میں

کسی دوسرے ملک میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک عالم نے کہا کہ مانگنا تو بری بات ہے۔ لیکن اگر آپ میرے لئے کوئی تحفہ لانا چاہیں تو فلاں چیز لے آئیں حالانکہ ہمیں تو غیرت کا ایسا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ کہ اگر کسی وقت ہمارے منہ سے غلطی سے ایسی بات نکل بھی جائے اور دوسرا ہمارے لئے کوئی چیز لے آئے تب بھی ہم وہ چیز قبول نہ کریں اور کہیں کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے آپ سے اس کا ذکر کر دیا اب آپ یہ چیز کسی دوسرے کو دیدیں۔ میں یہ لینے کے لئے تیار نہیں۔ اور اگر پھر بھی وہ دینے پر اصرار کرے تو اسے اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔ میرے ساتھ

حال ہی میں یہ واقعہ ہوا

کہ ہمارے ایک دوست بجلی کا پنکھا لینے کے لئے گئے۔ وہاں کوئی شخص ایک خاص قسم کے پنکھے کا آرڈر دے رہا تھا۔ ہمارے اس دوست کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں یہ پنکھا اپنے پیر کے لئے بنوا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا میرے پیر کے لئے بھی ایک پنکھا بنوا دیں۔ چنانچہ وہ ایک پنکھا بنوا کر میرے پاس لے آئے۔ میں نے انہیں کہا اسے فوراً واپس کر دو کیونکہ تم نے خود مانگا ہے اور سوال کر کے میری بے عزتی کی ہے میں اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتا۔ پس اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ کوٹ نہیں اور کسی دوست سے بات کرتے ہوئے تمہارے منہ سے نکل جاتا ہے کہ میرے لئے فلاں چیز بھیجتے آنا اور وہ لے آئے تو تم اسے کہو یہ کسی اور کو دیدو۔ کیونکہ میرے منہ سے غلطی سے ایسی بات نکل گئی تھی۔ یہ سوال ہے اور سوال کرنا منع ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یقیناً اس کی عزت بڑھے گی اور لوگ اسے قدر قدر کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیں گے

اس دوست نے اس بات کی کہ واقفین کو جماعت میں بنظر استحسان نہیں دیکھا جاتا

ایک مثال یہ دی ہے

کہ انہیں کوئی لڑکی نہیں دیتا۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے۔ میری یہ عادت نہیں کہ میں کسی کا نام لے کر بات کروں۔ لیکن جہاں اس کے بغیر چارہ نہ ہو وہاں مجبوری ہوتی ہے۔ میرے نزدیک ہماری جماعت میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ معززین جماعت نے واقفین کو اپنی لڑکیاں دیں۔ مثلاً ہمارے ایک مبلغ عبدالحی صاحب ہیں وہ صرف میٹرک پاس ہیں۔ انہیں جماعت کے ایک ڈاکٹر نے جن کی پریکٹس ڈیڑھ دو ہزار روپیہ ماہوار کی ہے اپنی لڑکی کا رشتہ دیدیا۔ لیکن عبدالحی صاحب نے اسے طلاق دیدی۔ پھر ہم نے وہاں ایک اور مبلغ بھیجا تو باوجود اس کے کہ ڈاکٹر صاحب کو اس لڑکی کی وجہ سے صدمہ پہنچ چکا تھا۔ انہوں نے اس لڑکی کا نکاح پھر نئے مبلغ سے کر دیا۔ گویا انہوں نے اپنی لڑکی کی دو دفعہ شادی کی۔ اور دونوں دفعہ واقفین زندگی سے کی۔ حالانکہ ان کے پہلے داماد نے اس بات کا خیال تک نہ کیا۔ کہ اگر میں واقف زندگی ہوں۔ اور مجھ میں کوئی خوبی ہے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ یہ شخص دنیوی لحاظ سے نہایت معزز ہے۔ اور ڈیڑھ دو ہزار روپیہ ماہوار پریکٹس کے ذریعہ کما لیتا ہے۔ اس نے اگر مجھے محض واقف زندگی ہونے کی وجہ سے لڑکی دے دی ہے۔ تو مجھے

اس کی قدر کرنی چاہیئے

پھر ایک اور واقف زندگی ہے۔ اس کے لئے پانچ سات رشتے تلاش کئے گئے۔ لیکن اس نے ہر دفعہ انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میری بہن جہاں چاہے گی۔ میرا رشتہ کرے گی۔ اور اس کی بہن بھی وہی رشتے لاتی ہے۔ جن کے متعلق ہمیں علم ہے۔ کہ اس نے پسند نہیں کرنے پس واقفین زندگی کو بھی اپنی حیثیت دیکھنی چاہیئے۔ بے شک ان میں دینی قابلیت پائی جاتی ہے۔ لیکن انہیں اپنا معیار اتنا بلند بھی نہیں کر لینا چاہیئے۔ کہ کوئی کمشنر اپنی لڑکی انہیں دے۔ تو وہ قبول کریں گے۔ ورنہ نہیں۔ آخر وہ ایسا رنگ اپنے اندر کیوں پیدا نہیں کرتے۔ جو خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ حضرت ابو بکر رضؓ مالدار شخص تھے۔ اور انہوں نے اپنی لڑکی آپ کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ لیکن آپؐ کی دوسری بیویاں اکثر ایسی ہی تھیں۔ کہ ان میں سے کوئی مطلقہ تھی۔ اور کوئی بیوہ تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو برداشت کیا ہے یا نہیں۔ پھر واقفین کو کونسے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔ کہ انہیں کسی بڑے رئیس کی لڑکی ملے۔ تو وہ شادی کریں گے ورنہ نہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو۔ تو لڑکی والے اپنے آپ کو کیوں بڑا نہ سمجھیں۔ پس واقفین کو چاہیئے۔ کہ وہ ان باتوں کو ترک کر دیں۔ اور جو چیز بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے۔ اس کی قدر کریں۔

بہرحال

یہ بات بالکل غلط ہے

کہ واقفین کو رشتے نہیں ملتے۔ میرے باڈی گارڈوں کی تنخواہ -/۶۵ روپے ماہوار ہے۔ لیکن پچھلے چند دنوں میں ان میں سے پانچ کی شادیاں ہوئی ہیں۔ واقفین کو ان سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے۔ مثلاً مبلغین کی تنخواہ -/۷۵ روپے سے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار ہے۔ اگر -/۶۵ روپے ماہوار لینے والے کو رشتہ مل جاتا ہے۔ تو انہیں کیوں نہیں مل سکتا۔ وجہ صرف یہی ہے کہ باڈی گارڈ تو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر انہیں کسی شریف گھرانے کی لڑکی مل جائے۔ تو کافی ہے۔ لیکن واقف زندگی کہتا ہے۔ کہ مجھے کوئی جرنیل یا گورنر جنرل لڑکی دے۔ تب میں شادی کروں گا ورنہ نہیں۔ اور جب وہ اپنی قیمت حد سے زیادہ لگاتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ بھی اسے ناکام کرتا ہے۔ پس جب باڈی گارڈوں کو بھی رشتے مل جاتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ واقفین کو رشتے نہ ملیں۔ کیونکہ

ایک واقف کی حیثیت

باڈی گارڈ سے بہت زیادہ ہے۔ وہ عربی کا گریجوایٹ ہوتا ہے۔ اور اس کا اعزاز باڈی گارڈ سے سوگنے زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس کی آمد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ باڈی گارڈ کی تنخواہ میں ترقی بھی ہوگی۔ تو وہ -/۸۵ روپے سے زیادہ نہیں بڑھے گی۔ لیکن واقفین کی تنخواہیں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار تک جا سکتی ہیں۔ پھر اگر ان میں سے کسی کا بیرونی مبلغ کے طور پر انتخاب ہو گیا۔ یا مرکز میں ناظر یا نائب ناظر کے عہدہ پر تقرر ہو گیا۔ تو ان کی تنخواہ تین تین چار چار سو روپیہ تک بھی جا سکتی ہے۔ پس حقیقت یہی ہے۔ کہ واقفین کو رشتے ملتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات وہ اپنی نادانی کی وجہ سے خود انہیں رد کر دیتے ہیں۔

پھر ایک دوست نے لکھا ہے کہ

جماعت کے امراء کو تحریک کی جائے

کہ وہ اپنے ایک ایک لڑکے کی زندگی دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اس سے بھی جماعت میں واقفین کا اعزاز بڑھے گا۔ اور نوجوانوں کو وقف کی تحریک ہوگی۔ اس بات کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ کہ یہ بالکل غلط ہے۔ جماعت میں مجھ سے زیادہ ادب اور کس شخص کا ہے۔ میں نے اپنے سب بیٹوں کی زندگیاں وقف کر دی ہیں۔ اگر اس سے واقفین کا اعزاز نہیں بڑھا اور جماعت کو وقف کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ تو اور کونسا احمدی ہے۔ جو اپنا لڑکا دین کی خدمت کے لئے وقف کرے۔ تو جماعت میں واقفین کا اعزاز بڑھ جائے گا۔ اور لوگوں کو وقف کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی۔

پھر ایک شخص نے اس بات کی تحریک کی ہے۔ کہ عیسائیوں کی طرح تبلیغ کی خاطر ایسے نوجوانوں کو لیا جائے۔ جو مجردانہ زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر یہ جائز نہیں۔ اس لئے ہم اسے اختیار نہیں کر سکتے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شادی کے بعد عورتیں بعض اوقات ایسے مطالبات کر دیتی ہیں۔ جو مبلغ پورا نہیں کر سکتے۔ اور اس کے نتیجہ میں ازدواجی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم اس تجویز پر عمل نہیں کر سکتے۔ اسلام نے تجرد کی زندگی بسر کرنے سے منع کیا ہے۔ اور جس کام کو اسلام نے جائز قرار نہیں دیا۔ اسے ہم اسلام کی خدمت کے لئے کس طرح جاری کر سکتے ہیں

پھر ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ واقفین کو کوئی نہ کوئی فن سکھانا چاہیئے۔ یہ بات نہایت معقول ہے میں نے بعض واقفین کو زمیندارہ کام سکھانے

کی ہدایت دی ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے [illegible]
اچھا کام کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنے [illegible]
پیدا کر لی۔ تو نہ صرف جماعت میں ان کا [illegible]
بلکہ یہ فن بھی ترقی کرے گا۔ جب انہیں [illegible]
میں بھیجا جائے گا۔ تو وہ تبلیغ کے ساتھ [illegible]
کے زمینداروں کی اقتصادی حالت [illegible]
بنا سکیں گے۔ اسی طرح ڈرائیونگ [illegible]
بہت مفید ہے کالج والوں کو چاہیئے [illegible]
ہر واقف کو ڈرائیونگ کا کام سکھ[illegible]
جن لوگوں کو شوق ہوتا ہے۔ وہ بڑی [illegible]
یہ فن سیکھ لیتے ہیں۔ پھر ڈرائیونگ [illegible]
سکھانے کے بعد انہیں موٹر مکینک کا [illegible]
چاہیئے۔ غیر ملکوں میں ڈرائیونگ کا کا[illegible]
والے کی بہت قدر ہوتی ہے۔ وہاں [illegible]
ملنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کو[illegible]
ڈرائیونگ جانتا ہو۔ تو اسے کوئی م[illegible]
نہیں آتی۔

یورپ کے سفر کے دوران

میں نے ایک موٹر ڈرائیور سے دریافت [illegible]
یہاں گھروں میں کام کرنے والے ڈر[illegible]
کیا تنخواہ ہے۔ تو اس نے بتایا۔ کہ [illegible]
تنخواہیں -/۹۰ روپیہ ماہوار تک ہیں [illegible]
دریافت کیا۔ کہ ٹیکسی ڈرائیوروں کی [illegible]
ہے۔ تو اس نے بتایا۔ ٹیکسی ڈرائیور[illegible]
۵ روپے ماہوار تک ہے۔ میں نے [illegible]
ڈرائیور کو تو دن میں کسی وقت ڈرائ[illegible]
ہے۔ اور تمہیں سارا دن ڈرائیونگ کرنی پڑتی [illegible]
اور گھر کے ڈرائیوروں کی تنخواہوں میں اس قدر [illegible]
تو اس نے بتایا۔ کہ ہمیں وقتاً فوقتاً ا[illegible]
رہتے ہیں۔ اور انعاموں کو ملا کر ہمار[illegible]
ہزار روپے ماہوار سے بھی زیادہ ہو[illegible]
لیکن گھر کے ڈرائیور کو کوئی انعام [illegible]
اس لئے اس کی تنخواہ ٹیکسی ڈرائی[illegible]
زیادہ ہوتی ہے۔ پس

ڈرائیونگ اور مستری کا کا[illegible]

بہت مفید پیشہ ہے۔ اور کالج وال[illegible]
کہ وہ اپنے طلباء کو ان پیشوں کی تعلیم [illegible]
علماء نے پچھلے بزرگوں کی کتابیں [illegible]
ان میں عموماً یہ لکھا ہوتا ہے۔ کہ فل[illegible]
جو بہت بڑے عالم تھے۔ اور دنیا[illegible]
کناروں سے لوگ ان کے پاس آ[illegible]

موزوں کی مرمت

کیا کرتے تھے۔ یا جوتیاں گانٹھ کر [illegible]
کرتے تھے۔ فلاں بزرگ ٹوکریاں [illegible]
تھے۔ غرض ہر شخص

کوئی نہ کوئی پیشہ

جانتا تھا۔ اس چیز کا اہل عرب پر ا[illegible]
آج تک وہ اپنے پیشے گنا[illegible]
چاہے کوئی وزیر اعظم ہو۔ تب بھی [illegible]
کے ساتھ اپنا پیشہ لگائے گا۔ [illegible]

بُرا نہیں سمجھے گا۔ پس طلباء کو مختلف پیشے سکھانے چاہئیں۔ اسی طرح اگر علماء مختلف پیشے سیکھ لیں تو جماعت میں بھی ان پیشوں کی قدر ہو جائے گی۔

پھر ایک دوست نے لکھا ہے کہ عورتوں کو ڈاکٹری پڑھا کر ان کی واقفین زندگی سے شادی کر دینی چاہیئے مگر

یہ عجیب بات ہے

کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ واقفین زندگی کو جماعت میں بنظرِ استحسان نہیں دیکھا جاتا اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ عورتوں کو ڈاکٹری پڑھا کر ان کی واقفین زندگی سے شادی کر دینی چاہیئے۔ اگر جماعت کے لوگ اپنی ان پڑھ یا عام تعلیم یافتہ لڑکیاں بعض دوستوں کے خیال کے مطابق واقفین زندگی کو دینے پر تیار نہیں۔ تو وہ ڈاکٹری پاس لڑکیاں ان کے نکاح میں کیسے دیں گے۔ لیکن میں پھر کہوں گا کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے جہاں جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ واقفین زندگی کا اعزاز کرے۔ وہاں واقفین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے حالات کو دیکھیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالےٰ انہیں دے۔ اس پر قناعت کریں۔ یہ نہ سمجھیں کہ کسی جرنیل یا وزیر کی بیٹی ہی انہیں ملے گی تو شادی کریں گے ورنہ نہیں

پھر ایک دوست نے لکھا ہے

کہ جماعت کے نوجوان مولوی کہلانے سے ڈرتے ہیں۔ اسلئے وہ اس طرف نہیں آتے اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے ہم نے اس کا علاج کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے اُن کی ڈگری کا نام شاہد رکھ دیا ہے وہ مولوی نہ کہلائیں۔ شاہد کہلائیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لوگوں کو مولوی کہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور اب اس عادت کو دور کرنا بہت مشکل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اگر مولوی کہا جاتا۔ تو آپ چڑ جایا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کو چڑانے کے لئے ہمیشہ مولوی غلام احمد کہا کرتا تھا۔ جس پر آپ کو غصہ آجاتا تھا۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے کئی بار اسے کہا ہے کہ مجھے مولوی نہ لکھا کرو۔ لیکن مجھے چڑانے کے لئے ہمیشہ یہی لکھتا ہے کہ مولوی غلام احمد کی یہ بات ہے۔ مگر مولوی کہنے کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں۔ کیونکہ دینی علوم کی طرف توجہ دلانے کے لئے اسی کے سوا ہمارے پاس اور کوئی لفظ نہیں۔ بہرحال ہم نے علماء کی ڈگری کا نام شاہد رکھا ہوا ہے اس سے بھی کسی حد تک مولویت پر پردہ پڑ جاتا ہے

پھر ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ ایسے واقفین زندگی کو منتخب کیا جائے

جو ساری عمر کیلئے باہر رہیں

اور نہ صرف ساری عمر کے لئے باہر رہیں۔ بلکہ اپنی جائداد بھی جماعت کو دے دیں۔ یہ بات بھی قابل عمل نہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے تیار نہیں اس سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ اپنی جائداد بھی وقف کر دے کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

پھر ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ کچھ عرصہ کے وقف کا دستور رائج کیا جائے مگر یہ بات بھی قابل عمل نہیں۔ کیونکہ ایک واقف زندگی کے تیار کرنے پر بڑی بھاری رقم خرچ ہو جاتی ہے۔ اگر تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کسی واقف زندگی کو صرف تین چار سال کے لئے ہی رکھا جائے۔ اور پھر اسے فارغ کر دیا جائے۔ تو اس سے جماعت کو مالی نقصان پہنچے گا۔ اور نہ صرف

جماعت کو مالی نقصان

پہنچے گا۔ بلکہ اس واقف زندگی کو بھی نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ جب وہ تبلیغ سے واپس آئیگا تو اس کی ملازمت والی عمر نہیں رہے گی گویا کچھ عرصہ کے وقف کا طریق رائج کرنے سے نہ صرف سلسلہ کا روپیہ ضائع ہوگا۔ بلکہ واقف زندگی بھی کسی سرکاری ملازمت کے حصول کے قابل نہیں رہے گا۔ پس یہ تجویز گو بظاہر ٹھیک نظر آتی ہے لیکن درحقیقت معقول نہیں۔

غرض

یہ مختلف تجاویز ہیں

جو میرے خطبات کے بعد باہر کے بعض احمدی دوستوں نے لکھی ہیں۔ اور ان کے متعلق میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس شخص کی قسمت میں یہ لکھا ہو۔ کہ وہ دین کی خدمت کرے گا۔ اسے اس کی توفیق مل جاتی ہے۔ اور اگر اس خدمت میں اس کی جان بھی چلی جائے۔ تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ حنین کے موقع پر جب ہزاروں تیر اندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی تو مسلمانوں کی سواریاں بدک کر میدان جنگ سے بھاگ پڑیں۔ درحقیقت اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ تو مکہ والوں نے خواہش کی کہ چونکہ ہم حدیث العہد ہیں۔ اور اس سے قبل کسی لڑائی میں شامل نہیں ہوئے اس لئے اس موقعہ پر ہمیں بھی قربانی پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی اور دو ہزار نو مسلم بھی

اسلامی لشکر

کے ساتھ چل پڑے۔ یہ لوگ کفار کے اچانک اور دو طرفہ حملہ کی برداشت نہ کر سکے۔ اور واپس مکہ کی طرف بھاگے۔ صحابہ گو اس قسم کی تکالیف اٹھانے کے عادی تھے۔ مگر جب دو ہزار گھوڑے اور اونٹ ان کی صفوں میں سے بے تحاشا بھاگتے ہوئے نکلے۔ تو ان کے گھوڑے اور اونٹ بھی ڈر گئے اور سارے کا سارا لشکر بے تحاشا پیچھے کی طرف دوڑ پڑا۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صرف بارہ صحابی رہ گئے اور تین اطراف سے قریباً چار ہزار تیر انداز تیر برسا رہے تھے ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہماری سواریاں اس قدر ڈر گئی تھیں۔ کہ ہمارے ہاتھ باگیں موڑتے موڑتے زخمی ہو گئے۔ لیکن اونٹ اور گھوڑے واپس مڑنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ بعض دفعہ ہم باگیں اس زور سے کھینچتے تھے۔ کہ اونٹ یا گھوڑے کا سر اس کی پیٹھ کو لگ جاتا مگر پھر جب ہم اسے پیچھے کی طرف موڑتے۔ تو وہ بجائے پیچھے مڑنے کے اور بھی تیزی کے ساتھ آگے کی طرف بھاگ پڑتا۔ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو بلایا۔ اور ان سے فرمایا۔ عباس بلند آواز سے کہو کہ اے وہ لوگو جنہوں نے

حدیبیہ کے موقع پر

بیعت رضوان کی تھی اور اے وہ لوگو جو سورۃ بقرہ کے زمانہ کے مسلمان ہو خدا تعالےٰ کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے جب یہ آواز دی تو وہ صحابی کہتے ہیں کہ ہمیں یوں محسوس ہوا کہ گویا ہم مر چکے ہیں۔ قیامت کا دن آگیا ہے اور اسرافیل بگل بجا کر ہمیں بُلا رہا ہے۔ تب ہم میں سے جو اپنی سواریاں موڑ سکے انہوں نے اپنی سواریاں موڑ لیں اور جو سواریاں موڑ نہ سکے انہوں نے تلواروں سے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنیں کاٹ دیں اور خود دوڑتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ لبیک یا رسول اللہ لبیک یا رسول اللہ اے رسول اللہ ہم حاضر ہیں۔ اے رسول اللہ ہم حاضر ہیں اور چند منٹ میں ہزاروں کا لشکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گیا۔ دیکھو صحابہؓ میں کس قدر جوش اور ایمان پایا جاتا تھا کہ انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس آواز پر کہ

خدا تعالیٰ کا رسولؐ تمہیں بلاتا ہے

اپنی سواریوں کی گردنیں کاٹ دیں اور دوڑتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم اسلام کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ پس جن لوگوں کی قسمت میں دین کی خدمت کرنا ہوتا ہے وہ خود بخود اس کے لئے آگے آجاتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کی قسمت میں یہ

نیکی نہیں انہیں نہ میرے خطبات کام دے سکتے ہیں نہ دوسروں کی مثالیں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں انہیں دین کی خدمت کے لئے آگے لا سکتی ہیں۔ اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں انہیں اس طرف توجہ دلا سکتی ہیں وہ ازلی محروم ہیں ان کو برکت کون دے۔ برکت اسی کو ملے گی جس کی قسمت میں وہ پہلے سے لکھی ہوئی ہے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے

کہ مرزا غالب کو آم بہت پسند تھے۔ ایک دن وہ بادشاہ کو ملنے گئے تو وہ انہیں اپنے باغ میں لے گیا۔ پرانے زمانہ میں درباریوں کو یہ ادب سکھایا جاتا تھا کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کی طرف اپنا منہ رکھا کریں۔ لیکن مرزا غالب بار بار آموں کی طرف دیکھتے۔ بادشاہ نے کہا مرزا غالب یہ کیا بات ہے تم بار بار ادھر کیوں دیکھتے ہو۔ انہوں نے کہا حضور میں نے سنا ہے کہ جب خدا تعالےٰ اپنے کسی بندے کو اس دنیا میں بھیجتا ہے تو دانہ دانہ پر اس کا نام لکھ دیتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ شاید کسی آم پر میرا یا میرے باپ دادا کا بھی نام لکھا ہوا ہو۔ بادشاہ ہنس پڑا۔ اور اس نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ وہ

مرزا غالب کے گھر

آم دے آئے۔ پس جس کی قسمت میں خدا تعالےٰ نے دین کی خدمت لکھی ہے اس کے راستہ میں خواہ دس میل تک زہریلے سانپ ہوں وہ انہیں کچلتا ہوا آگے آ جائے گا اور خواہ ننگی تلواریں کھڑی ہوں اور اس بات کا خوف ہو کہ اگر وہ آگے بڑھا تو اس کی گردن کٹ جائے گی تب بھی وہ دین کی خدمت کے لئے آ جائے گا۔ بلکہ دین کی خدمت تو بڑی چیز ہے ہم دیکھتے ہیں کہ باطل کے ساتھ محبت رکھنے والے بھی کسی مصیبت کی پرواہ نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے

ایک میراثی کا لڑکا

سِل کی مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی ماں اُسے علاج کے لئے قادیان لائی۔ وہ لڑکا عیسائی ہو چکا تھا اور اس کی والدہ کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح دوبارہ اسلام قبول کر لے۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ آپ نہ صرف اس کا علاج کریں بلکہ اسے تبلیغ بھی کریں تا کہ یہ دوبارہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھا۔ آخر ایک رات بیماری کی حالت میں ہی وہ بٹالہ کی طرف بھاگ نکلا تا کہ وہاں عیسائیوں کے مرکز

میں چلا جائے۔ اس کی ماں کی آنکھ کھلی اور اس نے چارپائی خالی دیکھی تو وہ رات کے اندھیرے میں اکیلی بٹالہ کی طرف دوڑ پڑی اور کئی میل کے فاصلہ سے اسے پکڑ کر لے آئی۔ پھر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور روتی ہوئی کہنے لگی۔ حضور میرا یہ اکلوتا بیٹا ہے اگر یہ مر جائے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن

میری صرف اتنی خواہش ہے

کہ جس طرح بھی ہو یہ مرنے سے پہلے دوبارہ کلمہ پڑھ لے۔ اللہ تعالےٰ نے اس عورت کے اخلاص کو دیکھ کر یہ فضل کیا کہ دو تین دن کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا اور پھر وہ فوت ہو گیا۔

پس اگر باطل کے ساتھ محبت کرنے والے بھی بڑی بڑی قربانیاں کر سکتے ہیں تو دین کے ساتھ سچی محبت رکھنے والے کسی قسم کی قربانی سے کس طرح دریغ کر سکتے ہیں۔ بہرحال دوستوں نے جو باتیں لکھی ہیں ان میں سے بعض بہت اچھی ہیں۔

مثلاً یہ کہ واقفین کو کوئی نہ کوئی پیشہ سیکھنا چاہئیے اور پھر یہ کہ جماعت کے دوستوں کو چاہئیے کہ وہ

واقفین کا اعزاز کریں

مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے خود واقفین کے اندر انتظامی قابلیت ہونی چاہئیے۔ اگر ان میں انتظامی قابلیت ہوگی تو انہیں مرکز میں ذمہ داری کے عہدے مل سکیں گے۔ انگریزی دانوں سے ہماری کوئی دوستی نہیں اور نہ عربی دانوں سے ہماری کوئی دشمنی ہے۔ اگر واقفین انتظامی قابلیت پیدا کر لیں تو درحقیقت مرکز کے سارے اہم عہدے انہی کے لئے ہیں اور وہی اس کے اصل حق دار ہیں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ لوگ

دعا کریں

کہ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کو سچا ایمان بخشے آپ کے اندر دین کی خدمت کی خواہش پیدا کرے تا آپ اپنی جان اور مال سب کچھ اپنے خدا کے سامنے پیش کر دیں اور جب مریں تو ایسی حالت میں مریں کہ آپ کے دلوں میں یہ حسرت نہ ہو کہ کاش ہم دین کی خدمت کرتے۔ اللہ تعالےٰ ہماری کوتاہیوں کو دور فرمائے اور ہماری خدمات کو قبول کرے اور حضرت ابوبکرؓ کی طرح ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ خواہ کتنا بھی بہت جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے وہ ہم اس کی راہ میں قربان کر دیں۔

ایک دفعہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مالی قربانی کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا اثاثہ حتیٰ کہ لحاف اور چارپائیاں بھی اٹھا کر لے آئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامان کو دیکھ کر فرمایا۔ ابوبکرؓ کچھ گھر میں بھی چھوڑا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں نے گھر میں صرف خدا اور اس کے رسول کا نام چھوڑا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ یہ تڑپ رہتی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح مالی قربانی میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں مگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اس موقع پر میرے پاس اتفاقاً زیادہ مال تھا۔ میں نے کہا۔ چلو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مطالبہ پر میں اس مال کا نصف حصہ دے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نصف مال لے کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے سنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکرؓ

سے دریافت فرما رہے تھے کہ ابوبکرؓ تم نے اپنے گھر میں بھی کچھ چھوڑا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ جواب دے رہے تھے کہ یا رسول اللہ میں گھر میں خدا اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب میں نے یہ الفاظ سنے تو میں نے کہا یہ بڈھا نہیں ہارتا۔ میں کتنی قربانی بھی کروں یہ مجھ سے آگے نکل جاتا ہے پس اپنے لئے بھی اور باقی احمدیوں کے لئے بھی یہ دعا کرو کہ جب بھی

دنیا چھوڑنے کا وقت

آئے تم کہہ سکو کہ اے خدا تو نے ہمیں جو مال دیا تھا یا جان دی تھی ہم نے اسے تیرے رستہ میں قربان کر دیا ہے اور تیرے نام کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ اب تو اپنے نام کی عزت کی وجہ سے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں اپنا قرب نصیب فرما۔

خطبہ ثانیہ کے بعد

حضور نے فرمایا:۔

نماز جمعہ کے بعد میں بعض جنازے پڑھاؤں گا

۱۔ حکیم غلام حسین صاحب باڑہ چنار فوت ہو گئے ہیں۔ حکیم صاحب پرانے احمدی تھے درمیان میں انہیں ابتلا بھی آگیا تھا لیکن پھر اللہ تعالےٰ نے انہیں احمدیت کے قبول کرنے کی توفیق دے دی۔

۲۔ عذرا بیگم صاحبہ اہلیہ ایم عبدالرحمٰن صاحب ڈھاکہ فوت ہو گئی ہیں۔ انہوں نے نواب صاحب کے گھر میں ہی پرورش پائی تھی ان کے والد افریقہ میں رہتے تھے۔

۳۔ منیر الدین صاحب واقف زندگی جامعۃ المبشرین کی اہلیہ کراچی میں اچانک فوت ہو گئی ہیں پچھلے جلسہ پر یہاں آئی تھیں۔ بیچاری نہانے کے لئے بیٹھی تھیں کہ اچانک دل پر ایسا اثر پڑا کہ بیہوش ہو گئیں۔ انہیں اٹھا کر باہر لایا گیا تو تھوڑی ہی دیر کے بعد فوت ہو گئیں۔

۴۔ صوفی عبدالرحیم صاحب پراچہ فوت ہو گئے ہیں۔ آپ صوفی عبدالغفور صاحب مبلغ ہانگ کانگ کے بہنوئی تھے۔ ۱۹۲۴ء میں مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کی شہادت کے موقع پر کابل میں موجود تھے۔ اس شہادت سے ہی متاثر ہو کر انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔

نماز کے بعد میں چاروں جنازے پڑھاؤں گا۔"

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام عمل میں آگیا (بقیہ صفحہ اول)

مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ وہ نہ صرف اپنے ملک کے لئے امن کے خواہاں ہوں بلکہ ان کا وجود باقی دنیا کے لئے بھی قیام امن کا ذریعہ ہو۔ پریڈ کے بعد فوجی دستوں نے کراچی کے اہم راستوں پر مارچ کیا نماز جمعہ کے بعد نماز شکرانہ ادا کی گئی۔ صدر مملکت جناب میجر جنرل سکندر مرزا وزیراعظم جناب چوہدری محمد علی دیگر مرکزی وزراء اور اسلامی ملکوں کے سفارتی نمائندے بھی نماز شکرانہ میں شریک ہوئے وہاں سے صدر مملکت اور وزیراعظم جلوس کی شکل میں قائداعظم اور قائد ملت کے مزاروں پر گئے اور خراج عقیدت پیش کیا۔

صدر مملکت کا قوم سے خطاب

شام کو قوم کے نام ایک تقریر نشر کرتے ہوئے صدر مملکت میجر جنرل اسکندر مرزا نے فرمایا آزادی سب سے بڑی نعمت ہے۔ لیکن حصول آزادی اور نئے دستور کے نفاذ کے بعد ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نظم و ضبط اور اتحاد کو قائم رکھیں۔ دنیا اب ہمارے متعلق جو رائے قائم کرے گی۔ وہ یہ دیکھ کر کرے گی کہ جن اصولوں کو ہم نے اپنے لئے مشعل راہ بنایا ہے۔ انہیں ہمارے کردار میں کس حد تک دخل حاصل ہے ہمیں اقلیتوں کے کیا تھ حسن سلوک کی ایک نہایت اعلیٰ مثال قائم کرنی ہوگی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا پاکستان ہر ایک کا دوست ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے ہم کسی سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے۔ امن ہمارا نصب العین اور پاکستان کی سالمیت ہمارا ایمان ہے ہمارے اس عزم میں کبھی تزلزل نہیں آنے گا۔ ہم جس نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں ہمارے لئے ترقی کی لامحدود راہیں ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سیدھے راستے پر گامزن رہیں۔ اور جماعتی یا صوبائی مفاد کی خاطر اس راستے سے کبھی نہ بھٹکیں

اہل کشمیر کو یقین دہانی

دوران تقریر میں آپ نے جموں اور کشمیر کے باشندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہمارا مقصد یہ ہے کہ انہیں بھی حق خود اختیاری دلایا جائے۔ جو ان کا پیدائشی حق ہے آپ نے کہا میں صدر کی حیثیت سے انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہمیں ان کا مفاد اتنا ہی عزیز ہے۔ جتنا کہ ہمیں اپنا مفاد عزیز ہو سکتا ہے۔ ہم ہمیشہ ان کا ساتھ دیں گے اور انہیں کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

آپ نے کہا میں ایک بار پھر عہد کرتا ہوں۔ میں اپنے فرائض کما حقہ ادا کرنے کی پوری کوشش کرونگا۔ اور قوم کے فیصلے کا پورا احترام کرتے ہوئے اپنے ضمیر کی آواز پر چلوں گا۔

وزیراعظم کو خراج تحسین

آپ نے دوران تقریر میں وزیراعظم جناب محمد علی صاحب کی خدمات کو بہت سراہا اور کہا درحقیقت چوہدری محمد علی صاحب کی قیادت میں ہی پاکستان کے اس نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ ان کی ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے صحیح معنوں میں ان کی ممنون ہو اور ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے۔

جلسہ عام

سہ پہر کو کراچی میں ایک عظیم الشان پبلک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں وزیراعظم جناب چوہدری محمد علی نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا پاکستان کو جمہوریہ قرار دینا اس عظیم جدوجہد کی آخری کڑی ہے۔ جو قیام پاکستان کے سلسلہ میں قائداعظم نے شروع کی تھی۔ اب یہ عوام کا کام ہے کہ وہ اپنے نیک نمونے سے دنیا پر ظاہر کردیں کہ اسلامی مملکت میں اقلیتوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ آپ نے کہا اقلیتوں کے ساتھ ہمارا سلوک منصفانہ ہی نہیں بلکہ فیاضانہ ہونا چاہیئے۔ آخر میں آپ نے امن کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا امن مضبوطی سے قائم ہو سکتا ہے۔ اور مضبوطی کا سب راز اتحاد میں پنہاں ہے۔ اس جلسے میں ترکی، سعودی عرب، عراق، شام، مصر، اردن انڈونیشیا، ہندوستان، روس، چین، امریکہ برطانیہ، آسٹریلیا، فرانس، نیوزی لینڈ، تھائی لینڈ، پرتگال، فلپائن اور ہالینڈ وغیرہ کے مقتدر نمائندوں نے جو یوم جمہوریہ کی تقریبات میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے تھے اپنے اپنے ملک کی حکومتوں اور عوام کی طرف سے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کی روز افزوں ترقی اور خوشحالی کے لئے دعا کی۔

سارے ملک میں جشن

آج ملک بھر میں پورے جوش و خروش کے ساتھ جشن منایا گیا۔ صوبائی دارالحکومتوں اور دیگر اہم مقامات پر فوجی پریڈوں، جلسوں اور جلوسوں کے انعقاد کے علاوہ عمارتوں پر کثرت کے ساتھ پرچم لہرائے گئے۔ ناداروں کو کھانا کھلایا گیا۔ سکول کے بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اور رات کو پورے اہتمام سے چراغاں کیا گیا۔ الغرض پورے ملک پر مسرت و شادمانی کی فضا چھائی رہی۔

انتخاب نمائندگان مجلس مشاورت کی اطلاع جلد بھجوائی جائے

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ۳۷ ویں مجلس مشاورت کا اجلاس ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۵۶ء بروز جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ اور اتوار بمقام ربوہ ہوگا۔ شوریٰ کا ایجنڈا جماعتوں کو بھجوایا جا چکا ہے عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ اپنی جماعتوں کا جلد اجلاس کر کے انتخاب نمائندگان کی اطلاع دیں۔ اطلاع میں یہ لکھنا ضروری ہے۔ کہ جماعت نے متفقہ یا کثرت رائے سے فلاں صاحب کو منتخب کیا ہے۔ انتخاب کی رپورٹ پر سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کی تصدیق ضروری ہے۔ کہ ان کے ذمہ چندہ کا بقایا نہیں ہے۔ انتخاب میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہدایات کو جو اخبار الفضل ۳/۷ ۵۶ میں شائع ہو چکی ہیں۔ مدنظر رکھیں۔ نیز انتخاب کے وقت ان امور کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ تعداد نمائندگان کے لحاظ امیر جماعت بھی جماعت کے کوٹا میں شامل ہیں۔ نمائندہ اس جماعت میں چندہ دیتا ہو۔ طالب علم نہ ہو۔ اسلامی شعار داڑھی رکھتا ہو۔

(سیکرٹری مجلس مشاورت)